شہر کوفہ میں جناب زینب(س) کے خطبہ کا تجزیاتی مطالعہ

تالیف: سید مصطفیٰ حسینی رودباری
ترجمہ: مولانا محمد رضا خان

جناب زینب(س) نے کوفہ میں اپنے خطبہ کے ذریعہ کفر و نفاق کے پردوں کو چاک کر دیا۔اس خطبہ کو دو منظر سے تجزیہ و تحلیل کیا جاسکتا ہے: اس دور کے کوفہ کا سیاسی، سماجی اور نفسیاتی ماحول اور دوسرا تقریر کرنے والے کے نفسیاتی حالات۔

کوفیوں کے سیاسی، سماجی اور نفسیاتی حالات

کوفہ شیعوں کا مرکز اور حضرت علیؑ کی حکومت کا دارالخلافہ تھا۔ کوفیوں نے جنگ جمل اور نہروان جیسے تاریخی ادوار میں احقاق حق کے سلسلہ میں اہم کردار ادا کیا لیکن کچھ عرصہ بعد انہوں نے اموی حکومت کے خلاف اپنے محاذ میں سستی کا مظاہرہ کیا اور ناکامیوں کا پیش خیمہ بن گئے۔اس دور میں کوفیوں کے سلسلہ میں حضرت علیؑ کے درد بھرے شکوے اس حد تک تھے کہ آپ نے اللہ تعالی سے موت کی درخواست کی۔[۱]

حضرت علیؑ کی شہادت کے بعد اور امام حسنؑ کے دور میں بھی کوفیوں کا یہی حال رہا۔امام حسینؑ کے دور میں اور معاویہ کی موت کے بعد، کوفیوں نے امویوں کی ذلت بھری حاکمیت سے نجات پانے اور ان سے انتقام لینے کی غرض سے، جذباتی رویہ اپناتے ہوئے اور بغیر کسی حکمت عملی کے متعدد خطوط کے ذریعہ امام حسینؑ سے درخواست کی کہ آپ ان کی سیاسی قیادت قبول فرمائیں اور اسلامی معاشرہ میں صالحین کی حکومت کے لئے موقع فراہم کریں لیکن کچھ عرصہ بعد شام کی مرکزی حکومت کی دھمکیوں اور ابن زیاد کی

۱۔ نہج البلاغہ، خط نمبر ۳۵ اور خطبہ نمبر ۲۷ و ۳۴

مکاری اور مظالم کی وجہ سے کوفیوں نے اپنا رویہ بدلا اور دشمن کے سپاہیوں میں شامل ہو گئے یہاں تک کہ بعض لوگ امام حسینؑ کی شہادت میں بھی شریک رہے۔

واقعہ کربلا کے بعد بھی کوفیوں نے متعدد بار کربلا کے شہیدوں کی یاد میں آنسو بہائے اور ان کے قاتلوں سے انتقام لینے کے منصوبے بھی بنائے۔ کوفیوں کے اس برتاؤ کے بارے میں بس اتنا کہہ سکتے ہیں کہ ان لوگوں میں محبت اہل بیتؑ کے جذبہ کے باوجود، دو منفی پہلو پائے جاتے تھے۔ دین کی سطحی شناخت اور دشمن کی سطحی شناخت۔

الف: دین کی سطحی شناخت: دین ایک ایسی حقیقت ہے کہ اگر اس کی صحیح شناخت نہیں ہو گی تو اس کا نقصان بے دینی سے زیادہ ہوگا۔ خوارج کے ذریعہ اسلامی معاشرہ کو جو نقصان ہوا، وہ اس نقصان سے کہیں زیادہ تھا جو علنی طور پر اسلام کے خلاف لڑنے والوں سے ہوا۔ زیادہ تر کوفی دین کی صحیح شناخت نہیں رکھتے تھے اور ان کی نظر میں دین کی تبھی تک حمایت کی جا سکتی تھی جب تک اس سے دنیاوی منافع کو نقصان نہ پہنچتا ہو لہٰذا دین و دنیا میں ٹکراؤ کی صورت میں وہ دنیا کا ساتھ دیتے تھے۔ کوفیوں کی یہ خصوصیت امام حسینؑ کے اس کلام میں بخوبی آشکار ہے:

> النّاسُ عَبیدُ الدُنیا وَ الدّینُ لَعِقٌ عَلی السِنَتِهِم یَحوطُونَهُ مادرّت اِلیه مَعَایِشُهم فاذا مُحِصّوا بالبَلاءِ قَلَّ الدّیانون۔ ترجمہ: لوگ دنیا کے بندے ہیں، دین ان کا لقلقہ زبان ہے۔ وہ تبھی تک دین کا ساتھ دیتے ہیں جب تک ان کی دنیا پر کوئی آنچ نہ آئے اور جب بلاؤں کے ذریعہ ان کا امتحان لیا جاتا ہے تو دینداروں کی تعداد بہت کم ہوتی ہے۔[۱]

ب: دشمن کی سطحی شناخت: کوفیوں نے دشمن کی شناخت میں غلطی کی اور اسی وجہ سے ان کے جال میں پھنس گئے اور کبھی بھی دشمن کی دھمکیوں کی حقیقت کے بارے میں نہیں سوچا۔ مثال کے طور پر ابن زیاد نے دھمکی دی کہ شام کا لشکر کوفہ کے لئے روانہ ہو چکا ہے اور عنقریب کوفیوں پر حملہ کرنے والا ہے۔ اگر کوفیوں نے ذرا سا غور و فکر کیا ہوتا اور کوفہ و شام کے بیچ کی دوری کو ذہن میں رکھا ہوتا تو کبھی ابن زیاد کے دھوکہ میں نہ آتے اور اس وقت کوفہ میں موجود دشمن کو جو کہ تعداد میں بہت کم تھے، آسانی سے ختم

۱۔ تحف العقول، ص ۲۴۵

کر سکتے تھے۔ دشمن نے کوفیوں کی اسی کمزوری کا فائدہ اٹھایا اور موت کے خوف کو ان دلوں میں بٹھا دیا اور کامیابی کی طرف سے ان کو مایوس کر دیا۔ حضرت علیؑ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں: مَن نَامَ لَم یُنَم عَنهُ۔

تقریر اور خطابت کے لئے ایک مناسب ماحول بہت ضروری ہے۔ مقرر پر کسی طرح کا ذہنی اور جسمانی دباؤ نہیں ہونا چاہئے۔ اس کے سامنے ایسا منظر نہیں ہونا چاہئے جس سے اس کا ذہن تشویش میں مبتلا ہو جائے۔ اور یہ بھی لازم ہے کہ سامنے موجود مجمع اسے حقارت کی نظر سے نہ دیکھے اور اس کے بارے میں مجمع کے خیالات مثبت ہوں۔

ان ساری باتوں کو ذہن میں رکھتے ہوئے اگر ہم کوفہ و شام کا رخ کریں اور یہ دیکھیں کہ جناب زینب(س) نے کن حالات میں خطبہ دیا تھا تو ہمیں ایک بار پھر یہ معلوم ہو جائے گا کہ ظاہری طاقت، ایمان کی طاقت کے مقابلہ میں ہیچ ہے۔ جناب زینب(س) نے کن حالات میں خطبہ دیا، اس کے بارے میں ہم مختصر طور پر یہاں بیان کریں گے:

۱. جناب زینب(س) کوفہ میں لائی گئیں ہیں جہاں اس سے قبل آپ اور آپ کے اہلبیت عزت و احترام کے ساتھ رہتے تھے لیکن اب اسیر اور قیدی کی حیثیت سے نامحرموں کے سامنے کھڑی ہیں۔

۲. آپ کے آس پاس سیکڑوں مسلح فوجی تعینات ہیں اور پورے کوفہ میں فوجی حکومت کا سایہ ہے۔

۳. جناب زینب(س) کے ساتھ ایسی خواتین تھیں جن کے عزیز و اقارب روز عاشورہ قتل کئے جا چکے تھے۔

۴. جناب زینب(س) کے ساتھ حضرت امام زین العابدینؑ تھے جن کو زنجیروں اور طوق خاردار میں جکڑا گیا تھا۔[1]

۵. آپ کی نظروں کے سامنے شہدا کے مطہر سر نوک نیزہ پر تھے۔

۱۔ کتاب امالی شیخ مفید صفحہ نمبر ۳۲۱ پر تحریر ہے: حُذلم بن ستیر کہتے ہیں: جب علی بن حسینؑ اور خاندان اہل بیت کو کوفہ لایا گیا تو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ آپ کی گردن میں خاردار طوق تھا۔ و فی عُنُقِهِ الجامِعَةُ وَ یَدَهُ مَغلولَةٌ اِلی عُنُقِهِ۔

۶. اپنے امام، بھائی اور قائد نیز بیٹوں اور بھتیجوں کی شہادت کا غم آپ کے سینہ پر بھاری بوجھ کی طرح موجود تھا۔

۷. بھوک، پیاس، نیند اور سفر کی تھکن کا بھی غلبہ تھا اور ان سب باتوں کی وجہ سے تقریر کرنا بہت مشکل تھا۔

۸. تماشائیوں میں کچھ ایسے لوگ بھی تھے جو اہلبیت عصمت و طہارت کو نہیں پہچانتے تھے اور آپ کو حقارت کی نگاہ سے دیکھ رہے تھے لہٰذا آپ کو اس انداز میں تقریر کرنی تھی کہ ان کی اس نوع نگاہ میں تبدیلی پیدا ہو جائے۔

ان سب کے باوجود جناب زینب (س) نے تقریر کی اور آپ کی تقریر بجلی کی طرح کوفیوں پر گر رہی تھی اور ذلت و خواری میں پڑے کوفیوں کے ضمیر کو جھنجھوڑ رہی تھی۔ خطبہ کے آغاز میں آپ نے ہاتھ کے اشارہ سے لوگوں کو خاموش رہنے کے لئے کہا۔ پورے مجمع پر مکمل خاموشی چھا گئی۔ آن حضرتؑ نے اپنی تقریر کا آغاز اس طرح کیا:

اَلْحَمْدُ للهِ وَ الصَّلَاةُ عَلَی اَبِی مُحَمَّدٍ وَ آلِهِ الطَّیِّبِینَ الاَخْیَار۔

حمد و ثنائے الٰہی سے تقریر کا آغاز کرنا اس بات کی دلیل ہے آنحضرت کا قلب مقدس ابھی بھی حضرت حق سے متصل ہے اور مصائب و آلام آپ کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان حائل نہیں ہیں۔ آپ نہ صرف یہ کہ بارگاہ الٰہی میں کوئی شکوہ نہیں کرتیں بلکہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتی ہیں۔ جناب زینب (س) کی نظر میں یہ مصیبت اور پریشانی الطاف الٰہی کا ایک حصہ ہے۔ اسی وجہ سے جب ابن زیاد نے آپ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا: اَلْحَمْدُ للهِ الَّذِی فَضَحَکُم وَ قَتَلتکُم، تو جواب میں آپ نے فرمایا:

اَلْحَمْدُ للهِ الَّذِی اَکْرَمْنَا بِمُحَمَّدٍ وَ طَهَّرْنَا تَطْهِیراً۔[1]

پیغمبر اسلامؐ اور آپ کے آل اطہار کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ آپ ہمیشہ مصائب کے وقت اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتے تھے جیسا کہ زیارت عاشورہ میں ہم پڑھتے ہیں:

۱۔ شیخ صدوق، الامالی، ص ۲۲۹

"اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدَ حَمْدَ الشَّاکِرِیْنَ لَکَ عَلَی مُصَابِھِم۔ ترجمہ: پالنے والے! حمد و ثنا تیری ذات سے مخصوص ہے۔ ان لوگوں کی حمد و ثنا جنھوں نے مصیبت میں تیری حمد و ثنا کی ہے۔"

جناب زینب (س) اس کے بعد فرماتی ہیں:

"وَالصَّلَاۃُ عَلَی اَبِی مُحَمَّدٍ وَ آلِہِ الْطَیِّبِینَ الَاخْیَار۔ ترجمہ: درود و سلام ہو میرے باپ محمد اور ان کے پاک و نیک خاندان پر۔"

آپ نے یہاں پر لفظ ابی کا استعمال کیا ہے جس کی دو وجہ ہو سکتی ہے:

۱. **عوام کے جذبات کو بیدار کرنا**: لفظ ابی کا استعمال کرکے جناب زینب (س) یہ بتانا چاہتی ہیں کہ ہمارا تعلق پیغمبر اسلامؐ سے ہے، وہی پیغمبرؐ جس کا نام تم دن میں پانچ بار دہراتے ہو، پھر تم نے کس طرح سے ان کے خاندان کو قیدی بنالیا؟

۲. **امویوں کے پروپگنڈوں کی نفی**: امویوں نے امام حسینؑ اور خاندان رسالت کے خلاف غلط پروپگنڈے کرکے عوام کو دھوکہ میں ڈال دیا تھا یہاں تک کہ کچھ لوگ انہیں دین سے خارج مانتے تھے۔ جناب زینب (س) والصلاۃ علی ابی محمد کہہ کر انہیں اس امر کی طرف متوجہ کرنا چاہتی ہیں کہ ہم خوارج میں سے نہیں ہیں بلکہ ہم رسول خداؐ کے خاندان سے ہیں۔

جناب زینب (س) اپنے خطبہ کو جاری رکھتی ہیں اور فرماتی ہیں:

"یَا اَھْلَ الْکُوفَۃِ! یَا اَھْلَ الْخَتْلِ وَ الْغَدْرِ اَتَبْکُونَ فَلا رَقَأتِ الدَّمْعَۃُ وَ لَا ھَدَأتَ الرَّنَّۃُ۔ ترجمہ: اے کوفہ والو! اے اہل مکر و فریب! کیا اب تم روتے ہو؟ (خدا کرے) تمہارے آنسو کبھی خشک نہ ہوں۔ اور تمہاری آہ و فغان کبھی بند نہ ہو۔"

جناب زینب (س) حمد و ثنائے پروردگار کے بعد کوفہ والوں کی دو سب سے اہم خصوصیت کو بیان فرماتی ہیں: یَا اَھْلَ الْخَتْلِ وَ الْغَدْرِ۔ اے اہل فریب و مکر! کوفیوں نے خاندان پیغمبرؐ سے بار بار خیانت کی اور اپنے عہد و پیمان کو توڑا لہٰذا وہ انسانی مقام و مرتبت سے نیچے گر گئے۔ اَتَبْکُونَ۔ کیا تم روتے ہو! کیا تم اس طریقہ

سے اپنے گناہ کو کم کرنا چاہتے ہو؟ تم اپنے اس گریہ کے باوجود ذم و نفرین کے لائق ہو۔فَلا رَقَأتِ الدَّمْعَةُ وَ لَا هَدَأتَ الرَّنَّةُ۔ کیونکہ تمہارے یہ آنسو مکر و فریب و خیانت کی وجہ سے ہیں جو تمہاری جان میں گھر کر چکے ہیں۔اس جملہ میں چند نکتے قابل ذکر ہیں:

۱. یہ جرم اتنا سنگین ہے کہ اگر ساری عمر بھی اس پر آنسو بہایا جائے تب بھی کم ہے۔

۲. اس جرم کی وجہ سے کوئی کبھی بھی چین و سکون سے نہیں رہ سکیں گے اور اس کے اثرات قیامت تک ان کی نسل میں باقی رہیں گے اور ہمیشہ عذاب و بلا میں مبتلا رہیں گے۔

۳. بعض جرائم ایسے ہوتے ہیں جن کے اثرات کو فدیہ یا دیت ادا کرکے، کم کیا جاسکتا ہے لیکن بعض جرائم اتنے سنگین ہوتے ہیں کہ اسے کسی بھی طرح سے بھلایا نہیں جاسکتا ہے، واقعہ کربلا بھی اسی طرح کا ہے کیونکہ اس واقعہ میں ایسے انسان کی شہادت ہوئی جو انبیا اور اولیا کا وارث تھا اور کوفیوں نے آپ کو شہید کرکے پوری بشریت کو آپ کے فیض سے محروم کردیا۔

> "اِنّما مَثَلُکُم کَمَثَلِ الَّتی نَقَضَت غَزلَها مِن بَعدِ قُوَّةٍ اَنکاثاً تَتَّخِذُونَ أَیْمَانَکُمْ دَخَلًا بَیْنَکُمْ۔ترجمہ: تمہاری مثال اس عورت سی ہے جس نے اپنے دھاگہ کو مضبوط کاتنے کے بعد پھر اسے ٹکڑے ٹکڑے کرڈالا۔نہ تمہارے عہد و پیمان کی کوئی اہمیت ہے اور نہ ہی تمہاری قسم کا کوئی اعتبار۔"

یہاں پر دو نکتہ کی طرف اشارہ ضروری ہے:

۱. یہ خطبہ دس سطر کے قریب ہے اور یقینی طور پر پانچ منٹ میں دیا گیا ہوگا لیکن اس میں بار بار قرآنی آیتوں سے استشہاد کیا گیا ہے اور یہ استشہاد اتنی خوبصورتی سے کیا گیا ہے کہ پڑھنے والا یہ سمجھتا ہے کہ یہ آیتیں اسی روز اور اسی مناسبت سے نازل ہوئی ہیں۔جناب زینب(س) کا یہ طریقہ، حضرت علیؑ اور جناب فاطمہ(س) کی سیرت کے مطابق ہے اور اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو قرآن پر پورا عبور حاصل تھا۔

۲. مقرر اپنی تقریر میں تمثیل کا استعمال کرکے مخاطب تک اپنی بات کو بہتر انداز میں پہنچانے کی کوشش کرتا ہے۔ جناب زینب(س) نے اس مختصر سے خطبہ میں کوفیوں کے حالات بیان کرنے کے لئے کئی تمثیلوں کا استعمال کیا ہے۔

جناب زینب(س) نے اِنَّما مَثَلُکُم کَمَثَلِ الَّتی نَقَضَت... کو بیان کرکے، سورہ نحل کی آیت نمبر ۹۲ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ آپ یہ بتانا چاہتی ہیں کہ انسان کا ماضی کتنا ہی شاندار کیوں نہ ہو لیکن مستقبل میں اس کی حقانیت کی بنیاد نہیں بن سکتا ہے۔ تاریخ اسلام میں اس کی بہت سی مثالیں مل جائیں گی۔ ایسے لوگ جنہوں نے اپنی حیات کے ایک حصہ میں بہت اہم کارنامے اسلام کے حوالے سے انجام دئے لیکن بعد کے دور میں اپنے کسی عمل سے ان سارے کارناموں پر پانی پھیر دیا۔ مثال کے طور زبیر نے اسلام کی راہ میں ۲۵ زخم کھائے لیکن تیس سال بعد جنگ جمل میں حضرت علیؑ کے مقابلہ پر آ گیا۔

کوفیوں نے بھی اپنے تمام تر اچھے کارناموں کے باوجود، اموی حکومت کا ساتھ دیا جس کے نتیجہ میں امام حسینؑ اور ان کے اصحاب کی شہادت ہوئی۔ جناب زینب(س) واقعہ کربلا کے حوالے سے کوفیوں کے کردار کو اس عورت سے تشبیہ دیتی ہیں جو عرب میں حمقاء کے نام سے مشہور تھی۔ یہ عورت آدھے دن اپنے دھاگے کو کاتتی تھی اور پھر انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی تھی۔ یہ تمثیل کوفیوں کی ماہیت و حقیقت کو پوری طرح سے ظاہر کرتی ہے۔

کوفیوں کے پاس بہت اچھا موقع تھا اور وہ امام حسینؑ کی قیادت میں اموی حکومت کا تختہ پلٹ کر ایک الٰہی حکومت تشکیل دے سکتے تھے لیکن انہوں نے نہ صرف یہ کہ یہ موقع گنوا دیا بلکہ دشمن نے ان کی سادہ لوحی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے، انہیں امامؑ کے مد مقابل کھڑا کر دیا۔ اور اس طرح کوفیوں نے اپنے سابقہ تمام کارناموں پر پانی پھیر دیا کیونکہ انہوں نے پہلے تو مسلم بن عقیل کے ہاتھوں پر بیعت کی اور سخت قسمیں کھائیں اور مدد کا وعدہ کیا لیکن اس عورت کی طرح بعد میں اپنے عہد و پیمان کو توڑا اور دشمن کا ساتھ دیا۔

”تَتَّخِذُونَ أَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ۔ ألا وَهَل فِيكُم اِلاَّ الصَّلِفُ وَالنَّطِفُ وَمَلَقُ الاِمَاءِ، وَ غَمْزُ الأعْدَاءِ۔ ترجمہ: تم نے اپنی قسم کو اپنے امام کو دھوکہ دینے کا ذریعہ

بنایا۔ تم جتنے بھی ہو سب کے سب بیہودہ گو، ڈینگ مارنے والے، پیکر فسق و فجور اور فسادی، کینہ پرور اور لونڈیوں کی طرح جھوٹے چاپلوس اور دشمنی کے غمّاز ہو۔"

جناب زینب(س) کوفیوں کے دایرہ انسانیت سے خارج ہونے کی چہار وجہیں بیان کرتی ہیں: ڈینگ مارنے والے، دشمنی سے لبریز سینہ، چاپلوسی اور دشمن سے خفیہ تعلق۔ نفسانی خواہشات کی پیروی انسان کی سب سے بڑی بیماری ہے جس کی وجہ سے انسان اور انسانی معاشرہ اپنی شناخت کھو دیتا ہے اور اس حالت میں انسان کسی بھی نصحیت و برہان کی طرف توجہ نہیں کرتا ہے اور طبیبان نفوس بھی شاید اس کے علاج سے عاجز ہو جائیں۔ قرآن کریم اس سلسلہ میں ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُم بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا ۞ الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعاً۔ ترجمہ:۔ پیغمبر کیا ہم آپ کو ان لوگوں کے بارے میں اطلاع دیں جو اپنے اعمال میں بدترین خسارہ میں ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی کوشش زندگانی دنیا میں بہک گئی ہے اور یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ اچھے اعمال انجام دے رہے ہیں۔[۱]

جناب زینب(س) اپنی تقریر کے ذریعہ کوفیوں کو گہری نیند سے جگانا چاہتی ہیں اور انہیں ان کی واقعی شناخت بتانا چاہتی ہیں۔ انہیں یہ بتانا چاہتی ہیں کہ وہ کیا ہیں اور کس جہنم میں گر چکے ہیں لہٰذا آپ فرماتی ہیں:

لا وَهَل فِيكُم اِلاَّ الصَّلِفُ وَالنَّطِفُ۔ ترجمہ: تم سب کے سب بیہودہ گو، ڈینگ مارنے والے ہو۔

جناب زینب(س) کوفیوں کو ڈینگ مارنے والا انسان بتاتی ہیں جو اپنے تخیلات میں سیر کر رہا ہے۔ کوفیوں کو اپنے محب اہلبیتؑ ہونے پر بڑا فخر تھا اور انہیں اس بات پر ناز تھا کہ وہ خاندان رسالت کی مدد میں ہمیشہ پیش پیش رہے ہیں۔ جناب زینب(س) کا یہ جملہ انہیں بتانا چاہتا ہے کہ یہ سب جھوٹا دعوی ہے جس کی

۱۔ سورہ کہف، آیات ۱۰۳-۱۰۴

وجہ سے تم غرور اور گھمنڈ میں مبتلا ہو گئے ہو۔ مخلص اور واقع بین انسان کبھی بھی اپنے اعمال پر گھمنڈ نہیں کرتا ہے اور ہمیشہ اپنے لئے تشویش میں مبتلا رہتا ہے۔

دوسری بات یہ کہ اہلبیتؑ سے صرف دوستی کا اظہار کرنا فخر کی بات نہیں ہے اور خاص کر جب یہ اظہار دوستی، دشمنی میں بدل جائے۔ جیسا کہ جناب زینب(س) اگلے جملہ میں ارشاد فرماتی ہیں:

> "والصدرُ الشنف۔ترجمہ: کیا تمہارے سینوں میں ہماری دشمنی کے علاوہ کچھ اور بھی ہے۔"

آپ کہنا چاہتی ہیں کہ تمہارے وجود میں تناقض پایا جاتا ہے۔ ایک طرف تو ہماری محبت پر فخر کرتے ہو اور دوسری طرف اپنے سینوں میں ہماری عداوت بھر لی ہے اور ہمارے خلاف لشکر کشی کی ہے۔

> "وَمَلِقُ الاِمَاء، وَ غَمْزُ الأعْدَاءِ۔ ترجمہ: کیا تمہارے اندر چاپلوسی اور تملق اور دشمنوں سے خفیہ تعلقات کے علاوہ کچھ اور پایا جاتا ہے۔"

حضرت زینب(س) بتاتی ہیں کہ نفاق تمہارے وجود میں جگہ بنا چکا ہے اور تم زیادہ خطرناک ہو بہ نسبت ان لوگوں کے جو اعلانیہ ہمارے خلاف لڑ رہے ہیں۔ یہاں پر جناب زینب(س) نے مَلِقُ الاِمَاء کا لفظ استعمال کیا ہے یعنی نفاق تمہارے وجود میں سرایت کر چکا ہے اور چاپلوسی میں تمہاری زبان اس کنیز کی زبان کی طرح ہے جو اپنے مالک کے لئے طنازی کرتی ہے۔

> "أو كَمَرعَی علی دِمْنَة۔ترجمہ: تمہاری یہ کیفیت ہے کہ جیسے کثافت کی جگہ سبزی۔"

یہاں پر جناب زینب(س) اپنے خطبہ کی تیسری تمثیل بیان کرتی ہیں۔ آپ فرماتی ہیں کہ تمہاری مثال اس ہرے بھرے پودے کی سی ہے جو گندگی پر اگتا ہے۔ حضرت کے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ تمہاری دینداری کی کوئی بنیاد اور اساس نہیں ہے اور تھوڑے سخت حالات میں تم دینداری کو ترک کر دوگے۔

> "اَو كَفِضَّه عَلَى مَلحُودَه۔ ترجمہ: تمہاری مثال قبر پر رکھی ہوئی چاندی کی سی ہے۔"

جناب زینب(س) کی تقریر میں یہ چوتھی تمثیل ہے۔ آپ فرماتی ہیں تمہاری مثال اس چاندی کی سی ہے جسے قبر پر زینت کے لئے رکھ دیا جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس چاندی کا قبر میں پڑے ہوئے انسان پر کوئی اثر نہیں ہوتا ہے یعنی اگرچہ تمہارا ظاہر خوبصورت ہے لیکن تمہارا باطن متعفن ہے۔

لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ أَنفُسُهُمْ أَن سَخِطَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ هُمْ خَالِدُونَ۔ ترجمہ: انہوں نے اپنے نفس کے لئے جو سامان پہلے سے فراہم کیا ہے وہ بہت برا سامان ہے جس پر خدا ان سے ناراض ہے اور وہ عذاب میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔[1]

جناب زینب(س) اس آیت کی تلاوت فرما کر ایک نتیجہ پیش کرنا چاہتی ہیں کہ اس طرح کی دینداری اور صفات رذیلہ کا انجام غضب الٰہی ہے۔ حضرت(س) کی بات کی تائید کرتے ہوئے ہم یہ سوال کر سکتے ہیں کہ اپنے امامؑ کو دھوکہ دیکر اور ان سے مقابلہ کرکے کوفیوں نے کیا حاصل کیا۔ کیا وہ دنیاوی عیش و آرام جس کی تلاش میں وہ تھے، انہیں مل گیا؟ کیا ابدی ذلت و رسوائی کے سوا کچھ اور انہیں نصیب ہوا؟

اہم بات اس آیت کی شان نزول ہے۔ یہ آیت ان یہودیوں اور عیسائیوں سے متعلق ہے جنہوں نے مشرکین سے عہد و پیمان کرکے رسول خداؐ سے مقابلہ کرنے کی کوشش کی تھی۔ جناب زینب(س) اس آیت کی یہاں پر تلاوت فرما کر کوفیوں کو انہیں کافروں کی طرح بتایا ہے کہ جس طرح وہ مشرکین اپنی سعی میں ناکام رہے اور ذلت و رسوائی کے سوا انہیں کچھ حاصل نہیں ہوا بالکل اسی طرح کوفیوں کو بھی عذاب الٰہی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔

"اَتَبْكُون وَ تَنْتَحِبُون؟ اَی وَاللهِ فَبكُوا كَثِيراً وَاضْحَكُوا قَلِيلاً۔ ترجمہ: تم ہم پر رو رہے ہو اور آہ و فغان کر رہے ہو؟ خدا کی قسم زیادہ روؤ اور کم ہنسو۔"

پھر آپ سورہ توبہ کی ۸۲ آیت کی طرف اشارہ کرتی ہیں جو منافقوں کی مذمت میں نازل ہوئی تھی جنہوں نے حضرت پیغمبر اسلامؐ کو میدان جنگ میں تنہا چھوڑ دیا تھا۔ آپ فرماتی ہیں تم بھی ان منافقوں کی

۱۔ سورہ مائدہ، آیت ۸۰

طرح زیادہ روؤاور کم ہنسو کیونکہ تم نے بہت بڑا گناہ کیا ہے جس کی وجہ سے عنقریب تم پر ایسے لوگ حاکم ہو جائیں گے جو تمہیں طرح طرح کی تکلیفیں دیں گے اور مستقبل میں آنے والے بھی تمہاری مذمت کریں گے اور تم پر لعنت بھیجیں گے اور آخرت کا عذاب دنیاوی عذاب سے زیادہ طویل اور سخت ہوگا۔ ای واللہ یعنی لفظ جلالہ اللہ کی قسم یہ بتارہی ہے کہ یہ باتیں ضرور واقع ہونگیں۔

قابل غور بات یہ ہے کہ اس جملہ میں جناب زینب(س) نے کوفیوں کو عصر رسالتؐ کے منافقوں سے تشبیہ دی ہے جب کہ اس سے قبل والے جملہ میں آپ نے کوفیوں کو یہود و نصارا سے تشبیہ دیا ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حقیقت کے خلاف دشمن سے تعاون کرنا یا خاموشی اختیار کرنا جس کے مرتکب کوفی ہوئے تھے، انسان کو نفاق کی وادی میں ڈھکیل دیتا ہے جو کہ کفر سے زیادہ خطرناک ہے۔

> "فَلَقَد ذَهَبْتُم بِعَارِهَا وَ شَنَآنِهَا، وَلَن تَرحَضُوهَا بِغَسلٍ بَعدَهَا أبداً۔ ترجمہ: تم امام علیہ السلام کے قتل کی عار و شنار میں گرفتار ہو چکے ہو اور تم اس دھبے کو کبھی دھو نہیں سکتے۔"

ان جملوں میں کوفیوں کے جرم کی شدت تفصیل سے بیان ہوئی ہے تا کہ جو لوگ ابھی بھی خواب غفلت سے بیدار نہیں ہوئے ہیں وہ بیدار ہو جائیں۔ آپ فرماتی ہیں کہ تم نے ایسا جرم کیا ہے جس کی ذلت و رسوائی کسی بھی پانی سے دھوئی نہیں جاسکتی ہے۔

> "وَأنّى تُرحِضُونَ قَتلَ سَلِيلِ خَاتَمِ النُبُوَّةِ وَ مَعْدِنِ الرِّسَالَةِ وَ سَيِّدِ شَبَابِ أهلِ الجَنّةِ وَمَلاذِ خِيَرَتِكُم وَمَفزَعِ نَازِلَتِكُم وَمَنَار حَجَّتِكُم وَمَدَرةِ سُنَّتِكُم۔ ترجمہ: اور بھلا تم خاتم نبوت اور معدن رسالت کے سلیل (فرزند) اور جوانان جنت کے سردار، جنگ میں اپنے پشت و پناہ، مصیبت میں جائے پناہ، منارہ حجت، اور عالم سنت کے قتل کے الزام سے کیوں کر بری ہو سکتے ہو۔"

جناب زینب(س) اپنے خطبہ کے اس حصہ میں امام حسینؑ کی خصوصیات کو بیان کرکے لوگوں کو بتانا چاہتی ہیں کہ انہوں نے کتنا بڑا جرم کیا ہے۔ آپ فرماتی ہیں تم نے حسین بن علیؑ کو قتل کیا ہے جو:

- پیغمبر اکرمؐ کے وجود کا عصارہ: سليل خاتم النبوة
- معدن رسالت کا عصارہ: سليل معدن الرسالة

❖ جوانان جنت کے سردار: سید شباب اهل الجنة

❖ حیرانی وسرگردانی میں تمہاری پناہگاہ: ملاذ حیرتکم

❖ مصائب و بلامیں تمہاری پناہگاہ: ملاذ نازلتکم

❖ حجت وروشنائی کا مرکز: منار حجتکم

❖ سنت پیغمبرؐ کا مرکز: مدرة سنتکم

الاء ساء ما تزرون: جناب زینب(س) یہاں پر سورہ انعام کی ۳۱ آیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کوفیوں سے فرماتی ہیں: آگاہ ہوجاؤ! تم نے آخرت کے لئے بہت برا ذخیرہ جمع کیا ہے۔ یہ آیت ان لوگوں کی زبان حال ہے جو قیامت میں اپنی کمیوں کی طرف متوجہ ہونگیں اور حسرت وندامت سے کہیں گے:

يَا حَسْرَتَنَا عَلَىٰ مَا فَرَّطْنَا فِيهَا وَهُمْ يَحْمِلُونَ أَوْزَارَهُمْ عَلَىٰ ظُهُورِهِمْ أَلَا سَاءَ مَا يَزِرُونَ۔ ترجمہ: ہائے افسوس! ہم سے اس کے بارے میں کیسی کوتاہی ہوئی؟ اور وہ اپنے (گناہوں کے) بوجھ اپنی پشتوں پر اٹھائے ہوں گے۔ کیا برا بوجھ ہے جو وہ اٹھائے ہوئے ہیں۔

پھر حضرت زینب(س) کوفیوں کے حق میں دو بددعا کرتی ہیں: و بُعْداً لَکُم و سُحْقاً۔ ترجمہ: رحمت الہی سے دور رہو اور ہلاکت ونابودی تمہارا مقدر بن جائے۔

"فَلَقَد خَابَ السّعَی وَ تَبَّتِ الاَیْدی وَ خَسِرَتِ الْصَّفْقَةُ وَ بُوْتُمْ بِغَضَبٍ مِنَ اللهِ وَ ضُرِبَتِ عَلَیْکُمُ الْذِلَّةَ وَ الْمَسْکَنَةُ۔ ترجمہ: تم نے اپنا ماضی برباد کردیا اور تمہارے ہاتھ کٹ گئے۔ جو سودا تم نے کیا اس میں نقصان اٹھایا اور اللہ تعالی کا غضب خریدا اور اب خواری وذلت کے ساتھ زندگی گزاروگے۔"

جناب زینب(س) اپنے خطبہ کے اس فقرہ میں بنی اسرائیل کے سلسلہ میں نازل ہونے والی بعض آیتوں کو کوفیوں کے حالات سے تطبیق دیتی ہیں:

فَلَقَد خَابَ السَّعَی : اشارہ ہے وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّیهَا[۱]۔

و تبت الایدی : اشارہ ہے تَبَّتْ یَدَا اَبِی لَهَبٍ وَتَبَّ[۲]۔

و حسرت الصفقة : اشارہ ہے اِنَّ الْخَاسِرِینَ الَّذِینَ خَسِرُوا اَنْفُسَهُم[۳]۔

و ضربت علیکم الذلة و المسکنة : اشارہ ہے وَ ضُرِبَتْ عَلَیْهِمُ الذِّلَّةُ وَ الْمَسْکَنَةُ وَ بَاؤُ بِغَضَبٍ مِنَ اللّٰهِ[۴]۔

اس خطبہ میں غور کرنے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ہم کس طرح قرآن مجید میں تدبر کرکے اس کی آیات سے اپنے زمانے کے حالات کی تبیین کر سکتے ہیں۔ جناب زینب(س) کوفیوں کے جذبات کو اور بیدار کرنے کے لئے ان کی بے وفائی اور غداری کو بلاواسطہ رسول خداؐ سے بے وفائی سے تعبیر کرتی ہیں اور فرماتی ہیں تم نے حسین بن علیؑ کو قتل کرکے گویا رسول خداؐ کو قتل کیا ہے اور ان کے اہلبیت کو قیدی بنایا ہے:

> "وَیْلَ لَکُم یَا اهْلَ الکُوفَه ! أیَّ کَبِدٍ لِرَسُولِ اللهِ فَرَیتُم، وَأیَّ کَرِیمَه لَهُ أبرَزْتُم، وَأیَّ دَم لَهُ سَفَکْتُم، وَأیَّ حُرمَة لَهُ انْتَهَکْتُم۔ ترجمہ: کچھ جانتے بھی ہو کہ تم نے رسول خداؐ کے کس جگر کو پارہ پارہ کردیا؟ اور ان کا کون سا خون بہایا؟ اور ان کی کون سی ہتک حرمت کی؟ اور ان کی کن مستورات کو بے پردہ کیا۔"

جناب زینب(س) اپنے خطبہ کے دوسرے حصہ میں اس جرم کے گھناؤنے ہونے کے بارے میں بتاتی ہیں:

> "لَقَدْ جِئتُم بِهِم صَلْعَاءَ عَنقَاء سَوَّاءَ فَقمَاءَ (و فِی بَعضهَا خَرقَاءَ شَوهَاءَ) کَطِلاعِ الأرضِ وَمُلاءِ السَّمَاءِ۔ ترجمہ: یہ جرم جو تم نے کیا ہے بہت شدید، سخت، تاریک، حماقت

۱۔ سورہ شمس، آیت ۱۰
۲۔ سورہ مسد، آیت ۱
۳۔ سورہ شوری، آیت ۴۵
۴۔ سورہ بقرہ، آیت ۶۱

بھرا، برباد کرنے والا اور کریہہ منظر ہے۔ اس طرح کہ اس کی برائی زمین وآسمان کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔"

ان الفاظ کا ایک ساتھ اور وہ بھی صفت مشبہ کی صورت میں آنا وصف کو ذات کے لئے ثابت کرتا ہے اور کَطِلاعِ الأرضِ وَمُلاءِ السَّمَاءِ کی تشبیہ بھی اس واقعہ کی شدت پر تاکید کرتی ہے۔آپ آگے ارشاد فرماتی ہیں:

"افعجبتم ان مطرت السماء دما۔ ترجمہ: کیا تمہیں حیرت ہے کہ آسمان سے خون کے قطرے برسے۔"

اس جملہ کی تبیین میں یہ کہنا ضروری ہے کہ بہت سی شیعہ و سنی روایتوں کی بنیاد پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام حسینؑ کی شہادت کے بعد آسمان سے خون کی بارش ہوئی اور طلوع و غروب خورشید سرخ رنگ کا ہوگیا اور بیت المقدس میں جس پتھر کو اٹھاتے تھے اس کے نیچے سے خون نکلتا تھا۔ امام رضاؑ سے منقول ہے کہ:

"لَمَّا قُتِلَ جَدِّی الحُسینُ صَلَوات اللہ عَلَیہ اَمطَرَتِ السَّمَاءِ دَماً وَ تُراباً اَحْمَر۔
ترجمہ: جب میرے جد حسین بن علی شہید ہوئے، آسمان سے خون اور سرخ مٹی کی بارش ہوئی۔[۱]"

یہاں پر یہ بتادینا ضروری ہے کہ اگرچہ ظاہری طور پر یہ بات تھوڑا عجیب لگتی ہے لیکن دینی منظر اور الٰہی جہان بینی کے نقطہ نظر سے یہ ثابت ہے کہ پوری دنیا اور اس میں موجود تمام موجودات میں ایک شعور پایا جاتا ہے:

وَإِنْ مِنْ شَیءٍ إِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہِ۔ ترجمہ: اور کوئی شئے ایسی نہیں ہے جو اس کی تسبیح نہ کرتی ہو۔[۲]

كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَہُ وَ تَسْبِيحَہُ۔ ترجمہ: اور سب اپنی اپنی نماز و تسبیح سے باخبر ہیں۔[۳]

۱۔ عیون اخبار الرضا (جلد ۲)، ص ۲۶۸
۲۔ سورہ اسراء، آیت ۴۴
۳۔ سورہ نور، آیت ۴۱

يُسَبِّحُ لله مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَ مَا فِي الاَرْضِ۔ ترجمہ: زمین و آسمان کا ہر ذرہ خدا کی تسبیح کر رہا ہے۔[1]

جناب زینب کی نظر میں آسمان سے خون کی بارش اگرچہ ایک عذاب ہے لیکن اس عذاب کا آخرت کے عذاب سے مقابلہ نہیں کیا جا سکتا ہے لہٰذا سورہ فصلت کی سولھویں آیت سے اقتباس کرتے ہوئے آپ فرماتی ہیں:

"وَ لَعَذَابُ الاخِرَةِ اَخْزَى وَ اَنْتُم لَا يَنْصَرُونَ۔ ترجمہ: اور آخرت کا عذاب تو زیادہ رسوا کن ہے اور وہاں ان کی کوئی مدد بھی نہیں کی جائے گے۔"

خطبہ کے آخر میں جناب زینب (س) یہ بتاتی ہیں کہ عذاب الٰہی میں تاخیر اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ اللہ معاف کر دے گا۔

"فَلا يَسْتَخِفَّنَّكُمُ المَهَلُ فَإِنَّه لَا تَحفِزُهُ البِدَارُ، وَلايُخَافُ فَوتُ الثَّارِ ، وَاِنَّ رَبَّكُم لَبِالمِرصَادِ۔

ترجمہ: تمہیں جو مہلت ملی ہے اس سے خوش نہ ہو کیونکہ خداوند عالم بدلہ لینے میں جلدی نہیں کرتا کیونکہ اسے انتقام کے فوت ہو جانے کا خدشہ نہیں ہے۔ یقیناً تمہارا خدا اپنے نافرمان بندوں کی گھات میں ہے۔"

یہاں پر یہ جناب زینب (س) کا خطبہ ختم ہوتا ہے۔ اس خطبہ کا کوفیوں پر اتنا اثر ہوا کہ راوی کہتا ہے:

فَوَاللهِ لَقَدْ رَأيتُ النَّاسَ يومَئِذٍ حَيَارَى، يَبكُونَ وَقَد وَضَعُوا أيدِيَهُم فِي افواهِهِم و رَأيتُ شَيخاً وَاقِفاً اِلَى جَنبِي، يَبكِي احصلت لحيةُ و هو يقولُ بابى انتم و امى كَهُولُكُم خير الكُهُولِ وَشَبَابُكَم خَيرُ الشَّبَابِ وَنِسَاؤُكُم خَيرُ النِّسَاءِ وَنَسْلكُم خَيْرُ نَسْلٍ لايُخزى وَلا يُبزى۔

---

[1] ۔ سورہ جمعہ، آیت ۱

ترجمہ: خدا کی قسم! اس دن لوگ حیران و پریشان تھے اور رو رہے تھے۔ایک ضعیف شخص کو میں نے دیکھا کہ اس کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی تھی اور وہ کہہ رہا تھا: تمہارے بوڑھے سب سے بہترین بوڑھے، تمہارے جوان سب سے بہترین جوان، تمہاری عورتیں سب سے بہترین عورتیں اور تمہاری نسل بہترین نسل ہے اور کبھی بھی ذلت و خواری سے دوچار نہ ہونگے۔